سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹



نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
میکلوڈ روڈ - لاہور
پادری ڈبلیو - جے کلارک صاحب
ایم - اے (ایمپرس روڈ - لاہور) مینیجر

جملہ خط وکتابت و ترسیل زر بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے - اور مضامین و اشتہارات وغیرہ برای اندراج بنام ایڈیٹرز ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء | نمبر ۳

غزل

ازقلم مولینا نصیر الدین صاحب نصیر کرنالوی

گذر ز منزلِ عشرت کہ جاودانی نیست — بیا بہ وادیٔ فقر و فنا کہ فانی نیست

بعیشِ زندگیِ مستعار غرّہ مباش — بنای ہستی تو آنچنانکہ دانی نیست

بشر بوقتِ ولادت برای آں گرید — کہ در الملکدۂ دہر شادمانی نیست

سپر بموسم پیری فگندن آسان ست — خوش است آنکہ بد اعمال در جوانی نیست

ازاں زماں کہ فشردم بکوچۂ تو قدم — غمِ نزولِ بلا ہای آسمانی نیست

بزن درِ دل خود موسیا کہ گوش اینجا — حریفِ صدمۂ آوازِ لن ترانی نیست

مدار طمع ز عشاق در رو بینی ما — کہ کار دیدۂ شاں غیرِ خونفشانی نیست

بسیم جو نخرد قیمتِ کلامِ فصیح — بسلکِ شعر اگر گوہرِ معانی نیست

نصیر قیمتِ ارزانِ خویش را نازم
کہ سنگ راہم و سرمایۂ جز گرانی نیست

غزل

ازقلم لاموایل صادق ایم - اے - پی - ایچ - ڈی - جرمنی

ہے کون آج دل سے طلبگارِ مسیحا — ہوتا ہے عام جلوۂ دیدارِ مسیحا

نازاں ہیں اپنے بخت پہ سب یارِ مسیحا — نالاں ہیں پریشاں ہیں سب اغیارِ مسیحا

محو سرود ایزدی ہیں حاملاں چرخ — سُن پائے ہیں جو نغمۂ گفتارِ مسیحا

کس جوش جنوں سے ہیں فدا گل پہ عنادل — سمجھے ہیں اسے پرتو رخسارِ مسیحا

مت کر برای خُلد تلاش مُرید تو — زاہد بہشت ہے یہی گلزارِ مسیحا

ہے عشق الٰہی کا فقط ایک کرشمہ — کہتے ہیں سدا لوگ جسے دارِ مسیحا

کچھ خوف نہیں حیلۂ صیاد کا مجھے — حافظ ہیں مرے دیدۂ بیدارِ مسیحا

ایوانِ عشق مسکنِ عشاقِ خدا ہے۔ — بنیاد خلد ہیں در و دیوارِ مسیحا

میری بلا سے دشمنِ جانی جو جہاں ہو — آزاد ر دعشق ہوں دلدارِ مسیحا

آبِ حیات بوسۂ پیہم میں محو ہے۔ — اللہ رے شوقِ لعل شکربارِ مسیحا

مخمور جھومتا ہے سدا سروِ خراماں — نظروں میں جب سے پھرتی ہو رفتارِ مسیحا

طوفانِ عشق میں مجھے اک دم ڈبو دیا — صدقے ترے لے دیدۂ خونبارِ مسیحا

آزاد ہوا زلفِ طرحدار جہاں سے
صادق ہوا ہوں جب سے گرفتارِ مسیحا

حقیقتِ علمِ ادب و ادیب

گذشتہ سے پیوستہ

فصاحت و بلاغت کیا ہو؟

فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس میں جو حروف آئیں اُن میں تنافر نہ ہو۔ اور مخالف قیاس

اور غرابتِ لفظی سے پاک ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ اُس کے سننے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔ تنافرِ کلمات۔ تعقید لفظی و معنوی۔ لفظ واحد کی کثرت تکرار توالی اضافت۔ ابتذال۔ تغیر۔ ثقال۔ تناقص وغیرہ وغیرہ سے پاک ہو۔ نہ رکھتا ہو۔

مخالف قیاس لغوی اُسے کہتے ہیں کہ محاورہ اہلِ زبان کے یا قاعدہ صرف و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا۔

غرابتِ لفظی یہ ہے کہ غیر مانوس اور غیر مشہور لفظ استعمال کرنا۔

ضعف تالیف یہ ہے کہ محاورے کے خلاف الفاظ استعمال کرنا۔

تنافرِ کلمات عبارت میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ متکلم سے اُن کے بیان کرنے میں خطا واقع ہو اور سُرعت کے ساتھ ادا نہ کرسکے۔

تعقید۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کلام اپنے معنوں پر بظاہر دلالت نہ کرسکے۔ یعنی دلالت تو ہوتی ہو مگر صریح نہ ہو۔ اسکی دو قسمیں ہیں۔ تعقید لفظی اور تعقید معنوی۔ تعقید لفظی یہ ہے کہ بسبب تقدیم و تاخیر و وصل و فصل الفاظ کے کلام میں خلل واقع ہو۔

تعقید معنوی یہ ہے۔ کہ عبارت میں خیالاتِ باریک یا کوئی قصہ غیر مشہور یا کسی طرح کی مشکل بات لکھیں اور جب تک بہت غوض و تامل نہ کریں اس کا سمجھنا دشوار ہو۔

توالی اضافت۔ پے در پے چند اضافتیں لانا کہ جن سے ثقالت پیدا ہو جائے اور یہ مذموم ہے۔

ابتذال۔ یعنی ذلیل و خوار اور بے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور عوام کا محاورہ استعمال کرنا۔ جس سے خواص پرہیز کریں۔

تغیر۔ یعنی الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا۔

ثقال و تنافر حروف۔ یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمۂ اول اور اول کلمۂ آخر میں یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جن کے پڑھنے میں دشواری ہو اور زبان پر ثقل پیدا کردیں۔ اور یہ بات متعلق مذاقِ طبیعت کے ہے۔

تناقص۔ یعنی ایک معنی کے خلاف دوسرے معنی کلام میں لانا۔

الغرض بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔ کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو۔ یعنی عیوب مذکورۂ بالا سے خالی ہو اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو۔ اور بلاغت کلام کا مرجع دو باتوں کی طرف ہے۔ جب تک وہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں بلاغت حاصل نہیں ہوسکتی۔ ایک یہ کہ معنی مقصود کے ادا کرنے میں غلطی سے بچے۔ دوسرے کلام فصیح و غیر فصیح میں تمیز کرسکے۔ کلام فصیح اور غیر فصیح میں تمیز علمِ لغت۔ صرف و نحو اور حس سے حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ علمِ لغت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے یا غریب ہے۔ اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال میں لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے۔ اور اسی طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے۔ اور علمِ نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہو جاتی ہے۔ بعض چیزوں کو حس سے معلوم کر لیا جاتا ہے چنانچہ حروف اور کلمات کا تنافر حس سے معلوم ہو جاتا ہے مگر ان چاروں سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے میں خطا سے کیونکر بچ سکتے ہیں اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ اس لئے عُلماء نے معنی مقصود کو ادا کرنے میں خطا سے بچے رہنے کے لئے **علم معانی** ایجاد کیا ہے اور تعقید معنوی کو جاننے کے لئے **علم بیان** اختراع کیا۔ ان دونوں کو علم بلاغت کہتے ہیں۔ چونکہ کلام فصیح و بلیغ میں صنائع لفظی و معنوی بھی پائے جاتے ہیں۔ جو زیادہ تر باعثِ خوبی کلام ہوتے ہیں۔ اس لئے صنائع لفظی و معنوی کو پہچاننے کے واسطے بھی ایک علم علیحدہ ایجاد کیا گیا جس کا نام **علم بدیع** رکھا گیا۔

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضائے حال کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھیں تو کسی لفظ کے معنی مُراد لینے میں غلطی واقع نہ ہوگی۔ اور یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہیں؟ علم معانی میں آٹھ چیزوں کی بحث ہوتی ہے (۱) اسناد خبری (۲) مسند الیہ (۳) مسند (۴) متعلقاتِ فعل (۵) قصر (۶) انشاء (۷) وصل وفصل (۸) ایجاز و اطناب و مساوات۔

علم بیان ایسے قاعدوں کا نام ہے کہ اگر اُن کو کوئی جان لے اور یاد کرلے تو ایک معنی کو کئی طریق سے عباراتِ مختلفہ میں ادا کرسکتا ہے۔ جن میں سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہے۔ علم بیان کا مدار چار چیزوں پر ہے۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ کنایہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہے اگر اُس کے وہی معنی مُراد ہوں تو اُس کو حقیقت کہتے ہیں۔ اگر وہ معنی مراد نہ ہوں بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہوں جو معنی موضوع لہٗ کو لازم ہوں پس اگر وہاں کوئی قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ یہاں معنی موضوع لہٗ مراد نہیں تو اس لفظ کو **مجاز** کہتے ہیں اور اگر معنی موضوع لہٗ کا ارادہ بھی جائز ہو تو اُسے **کنایہ** بولتے ہیں پس اگر مجاز میں معنی حقیقی اور مجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہے تو ایسے مجاز کو **استعارہ** کہتے ہیں اور اگر تشبیہ کے سوا کوئی دوسرا علاقہ ہے تو اُسے **مجاز مرسل** بولتے ہیں۔ اگرچہ تشبیہ مقدمہ ہے استعارے کا۔ لیکن چونکہ اس میں بہت سے فائدے کی باتیں ہیں۔ اور اُسکے مباحث کثیر ہوگئے ہیں۔ اس لئے اس کی بحث کو استعارے کا مقدمہ نہیں بناتے۔ بلکہ علم بیان میں ایک مقصود ٹھہراتے ہیں۔ (باقی باقی) حشمت

نور افشاں

مطبوعہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء

آلہی مذہب

نمبر ۲

پچھلے نمبر میں ہم نے یہ بات دکھائی تھی کہ مذہب کے نام سے گو ہزاروں طریق مروج ہیں۔ پر آلہی مذہب انجیل مقدس کے اوراق میں ملتا ہے۔ وہ مذہب خدا کو پیار و محبت کرنا اور اپنے پڑوسی کو اپنے برابر پیار و محبت کرنا ہے۔

ڈاکٹر گلک نے لاہور میں لکچر دیتے ہوئے اس خیال کو آلہیات کی شکل مثلث کی صورت میں پیش کر کے فرمایا تھا کہ پڑوسی △ خدا انجیل کا ایک ایسا مثلث ہے جس پر تمام دنیا کی مذہبی اور اخلاقی اور تمدنی بھلائی منحصر ہے۔ اس مثلث کا ہر ایک خط محبت کا رشتہ ہے۔ بغیر محبت کے رشتہ کے نہ مذہب ہے نہ اخلاق ہے نہ تمدن ہے۔ اس رشتہ پر سب کچھ منحصر ہے۔ ہم اس پر صدق دل سے صاد کرتے ہیں۔

دنیوی زندگی کی مختلف صورتوں میں ایک محبت کا رشتہ ہے۔ زندگی کی بقا اور نشوونما کی بنیاد ہے اور نئے طبق کے حیوانات سے لیکر اعلیٰ درجہ کے انسان تک زندگی کا انحصار کم از کم ہم جنس افراد کے باہم محبت کرنے پر موقوف ہے یہ رشتہ محبت جس قدر دیرپا ہوتا ہے۔ اسی قدر طرفین کی دیرپا خوشحالی اور دیرپا زندگی ہوتی ہے۔ جس قدر یہ رشتہ کم دیرپا ہوتا اسی قدر کم دیرپا زندگی کا باعث ہوتا ہو بس جبکہ نظام قدرت میں سوا محبت کے رشتہ کے حیوانی وانسانی زندگی کا تواتر۔ اس کی نشوونما محال ٹھہر چکی۔ جبکہ بغیر محبت کے رشتہ کے پاک اخلاق اور اعلیٰ تمدن و مجالس کا وجود میں آنا دشوار ٹھہر چکا تو وہ مذہب کونسا ہے جو بغیر رشتہ محبت بنی نوع انسان کے لئے مفید ہو سکے؟

انجیل مقدس میں جس مذہب کی تعلیم دنیا تئیں آئی ہے وہ لاریب محبت کا مذہب ہو۔ اگر لوگ اس محبت کے مذہب کو نہیں مانتے تو یہ انجیل مذہب کے الہی مذہب ہونے کی نفی نہیں۔ نہ ایسے لوگ اس کے الہی مذہب ہونیکی نفی کر سکتے۔ ... نہ لوگوں کا کسی مذہب وعقیدہ کو آسانی سے مان لینا اس مذہب وعقیدہ کو الہی مذہب بنا دیتا ہے۔ لوگ اس مذہب کو آسانی سے مان سکتے ہیں جو انہوں نے اپنی ناپاک طبیعتوں کے موافق بنایا ہے۔ پر ہم لوگوں کے مذہب کا ذکر نہیں کرتے جو وہ قدرتی اور عالمگیر مذہب ہے کم فہم اصحاب اس کا زبان سے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر عملاً ایک حد تک ناقص صورت میں اُن کو اپنی خاندانی زندگی کے محدود دائرہ میں ماننا پڑتا ہے ورنہ اگر کوئی انسان بالکلیہ انجیل مذہب کا زبان اور عمل سے منکر ہے تو اس کی زندگی کا تواتر و سلسلہ اسی دنیا میں قائم رہنا دشوار و محال ہو جائے پس انجیل مذہب آلہی مذہب ہے۔ اس کا انکار لاعلمی سے انسان زبان سے کر سکتا ہو مگر اُسے بالکلیہ اپنے عمل سے خارج نہیں کر سکتا ہے۔

ہم لوگوں کو کیسے انجیل سنائیں؟

بلاشک مسیحیوں کو انجیل سنانا فرض ہے۔ بلکہ فرض سے بڑھکر ہے۔ علم آلہی کے مدارس میں بہتیرے جوان اس پاک خدمت کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ بفضل خدا ہر سال بہتیرے جوان بشارتی خدمت میں آتے ہیں اور وہ سرگرمی سے یہ کام کرتے بھی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہو کہ ہم لوگوں کو کون سے طریق سے انجیل سنائیں؟

ہندوستان میں ہند کی ہر ایک زبان میں بائبل اور انجیل موجود ہے۔ وہ خود انجیل کو پڑھتے ہیں۔ ان کا علم کلام اکثر ہم سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اکثر وہ اس لئے بائبل پڑھتے ہیں کہ انجیل کے مبشروں کو اپنے سوالات سے پریشان کریں۔ ایسے لوگ کثیر ہند کے شہروں اور قصبوں بگاؤں میں پائے جاتے ہیں۔ ہم اُن کو کیسے انجیل سنائیں؟

مسیحی خدام کو یاد رہے کہ خداوند کی انجیل خدا کی محبت کی انجیل ہے۔ ہمیں ان کو خدا کی محبت کا پیغام دینا ہے محبت کا پیغام دینے کے لئے ہم نہ ایسے الفاظ استعمال کرنا ہو جو انجیلی پیغام کے لئے موزوں ہوں اور لوگوں پر خدا کی محبت کو بخوبی ظاہر کر سکیں۔ مزید براں ہم نے بندگان خدا کو صرف انجیلی محبت کا پیغام ہی نہیں دینا۔ بلکہ ان سے ہمیشہ محبت کا سلوک کرنا ہے۔ اُن کی دکھ بیماریوں میں اُن کی مدد کرنا ہے۔ ان کی زندگی کی مشکلات میں اچھے اور نیک مشورے دینے ہیں۔ اُن کی مخالفتوں کی محبت سے برداشت کرنا ہے۔ اُن کی بدعملیوں سے چشم پوشی کرنا ہے۔ جو باتیں ہم اپنی زبان سے انہیں کرنے کو کہتے ہیں وہ باتیں ہم نے خود ان میں کر کے دکھانا ہے۔ اپنے مخالفوں کی مخالفت کو اپنے محبت کے عمل سے مٹانا ہے۔ ان باتوں سے ظاہر ہے کہ خدا کی محبت کی انجیل سنانا ایک محبت کا ایسا عمل ہے جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ ہندوستان کو آج کے دن ایسے خدام انجیل درکار ہیں۔ جو عالم با عمل ہوں۔

ہندوستان میں ایسے اصحاب کثیر پائے جاتے ہیں۔ جنکو مسیحیوں پر اس بات کی شکایت ہے کہ مسیحی جو کہتے ہیں وہ خود نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ ہمیں اپنے ہموطنوں کے اس طعن کی صحت کا ایک حد تک اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ ہم یاد رکھیں کہ ہم محض انجیل سنانے والے نہیں ہیں بلکہ انجیل کو عمل انسانی میں لاکر دکھانے والے ہیں۔ اگر ہم یہ کام نہ کر سکیں تو ہمیں انجیل سنانے کی خدمت ترک کر دینا چاہیے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھیں۔



لمعات

ہمارے ہندو، بدھ اور مسلم بھائی اپنے اپنے مذہب پر نازاں ہیں۔ اور ایک حد تک اُن کا ناز بجا ہے لیکن اگر ان مذاہب کے اصحاب کو یہ خیال ہو کہ اُن کے مذاہب کو مسیحیت پر فوقیت ہے تو ہم ان سے ایک عرض ضرور کرینگے اور وہ یہ ہے کہ ہر مذاہب کو ماننے والے اپنے اپنے مذہبی حدود میں عورتوں کی حالت زار پر غور فرمائیں اُن کے مقابل مسیحی ممالک میں عورتوں کی حیثیت کو دیکھ لیں۔ (ڈاکٹر آرلبسن)

اچھا دوست وہ نہیں جو اپنے دوست کے بوجھ کو اُٹھا لیوے۔ بلکہ اچھا دوست وہ ہے جو اپنے دوست کو اپنا بوجھ اُٹھانا سکھا دیوے (ر)

لوگ اکثر یہ سوال پوچھتے رہتے ہیں کہ ہمارا پڑوسی کون ہے؟ پر دراصل اس سے بھی اہم تر یہ سوال ہے کہ ہمارا پڑوسی کیسا ہے؟ کیونکہ ہم اکثر اپنے پڑوسی کی بابت کچھ فکر ہی نہیں کرتے ہیں۔ (ر)

یہ دنیا ہرگز شطرنج کا بورڈ نہیں ہے کہ جس پر خدا اپنی مرضی کے مہروں کو ادھر اُدھر چلا کر دل بہلاتا رہتا ہے خدا کسی کو ہم میں سے کبھی مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ ہماری زندگیوں میں ہمیشہ ہماری ہدایت و رہنمائی کرتا رہتا ہے اس کے تمام کام اور انتظام ہماری تربیت کے لئے ہیں۔ (ر)

جیسے صراف ہر ایک روپیہ کو کھرکا کر دیکھ لیتا ہے کہ کھرا ہے یا کھوٹا۔ ایسے ہی ہمیں چاہیئے کہ ہر ایک مذہب کو اور اُس کی ہر ایک تعلیم کو پرکھ کر دیکھ لیں۔ پولوس رسول فرماتا ہے کہ ہر ایک بات کا امتحان کرو اور بہتر کو اختیار کرو۔ (ر)

علم و امتیاز کا درخت ہرگز زندگی اور حیات کا درخت نہیں ہے۔ سادہ و لوح اور بے علم ممکن ہے کہ خدا کو دیکھ لیں بشرطیکہ وہ دل کے پاک ہوں۔ پر سائنس دان علم و فلاسفی کے فضلاء اندھوں کی طرح خدا کو اندھیرے میں ٹٹولتے پھریں اور نہ پائیں۔ (ر)

کیا یسوع مسیح نے جو عام اور بے علم لوگوں میں سے رسول چنکر اُن کے سپرد اپنے اختیار کی چابی کی تھی یہ اس کا عبث فعل تھا۔ دو ہزار برس کی تاریخ انسانی سے اس سوال کا جواب طلب کرو۔ (ر)

نوٹس اور رائیں

لاریب بائبل کلام اللہ ہے۔ وہ ہرگز سیئنٹیفک کتاب نہیں ہے۔ اگر وہ سیئنٹیفک کتاب ہوتی تو وہ دنیا کو کچھ نہ سکھا تی۔ آج کے دن اس کی کسی کو ضرورت نہ ہوتی۔ پر وہ تو کلام اللہ ہے۔ لیکن کلام اللہ صرف بائبل میں ہی محدود و مقید نہیں ہے خدا ہر زمانہ اپنے بندوں کی معرفت کام کرتا آیا ہے۔ خدا نے نیوٹن اور ڈاردین کی معرفت لیسعاہ و پولس سے کم کام نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ ترقی پذیر الہام کے ذریعہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنا مسئلہ ارتقاء کے ثبوت کے لئے بائبل کے پاس جانا ضرور نہیں۔ کیونکہ بائبل سیئنٹیفک کتاب نہیں ہے۔ بائبل اپیل اخلاقی اور روحانی رہنمائی کے لئے جاتا ہے۔

لوگ عقائد ناموں پر نازاں ہیں۔ پر انکو جاننا چاہیئے کہ عقائد نامے نجات پانے کے لئے ضروری نہیں ہیں خدا کسی کا انصاف عقائد ناموں کے موافق نہ کریگا۔ ڈاکٹر ڈبلیو۔ ای ارنس نیا بشپ بکنگھم۔ انڈین وٹنس

ایک دفعہ ہمیں ملاقات کی غرض سے ایک خاندان میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جاتے ہی گھر میں بچہ روتا ہوا ملا۔ سلام دعا کے بعد ہمیں صاحب خانہ نے کمرے میں بیٹھا دیا اور بات چیت شروع کر دی۔ پر بچہ بلکتا رہا۔ ہم سے رہا نہ گیا۔ صاحب خانہ سے کہا کہ صاحب بچہ کو تسلی دے کر چپ کراو۔ آپ نے بچہ کی والدہ کو بلا کر کہہ دیا کہ اسے چپ کراؤ۔ بچہ کی والدہ نے چپ ہو چپ ہو!! کہہ کر ایک دو چپت بچے کے رسید کر دیئے اور وہ اور بھی بلبلا اُٹھا۔ آخر والدہ نے گود میں لیکر بچہ کو دلاسا دیا اور بمشکل سے بچہ خاموش ہوا

یہ سچ ہے کہ ہر بیماری کا ہومیو پیتھک علاج عقل و فکر کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ پر عملی نتائج ہنوز اس قدر پیدا نہیں ہوئے کہ لوگ ہر قسم کی بیماری کا علاج اس طریق سے کرنا شروع کر دیں۔ روتے بچوں کو زیادہ رُلا کر چپ کرانا عقل و فکر کے زیادہ موافق تو ہے۔ پر چپ کرانے کا یہ طریقہ خطرے سے خالی نہیں ہے۔ والدین کو سوچ کر دوا دینا چاہئے بچوں میں سیلف رسپیکٹ کا خیال بہت زیادہ ہوتا ہے۔

مہاتما گاندھی کی مشکلات تو بہت ہیں پر بڑی مشکلات تین ہیں جن میں سے ایک تو ہندو قوم میں ذات پات اور چھوت اچھوت کے شیطان کی مشکل ہے۔ دوم گورنمنٹ ہند کی شیطانی حکومت کی مشکل ہے۔ سوم ہندو مسلم اتحاد کی مشکل ہے۔ ان مشکلات میں سے ہر ایک مشکل بجائے خود ایک لاحل مشکل ہے۔ آپ کے تدبر سے گورنمنٹ کی اصلاح ممکن ہے۔ پر باقی دو مشکلات کا حل ممکن نظر نہیں آتا ہے۔

خیالات دیرینہ

تیسری صحبت۔ اہنسا

پیارے بھائیو! مجھے امید ہے کہ تم ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت جانتے ہو۔ تم مختلف ملکی اور تمدنی تحریکوں کا مطالعہ کرتے ہو۔ آج میں مسیح کی تعلیم کا ایک پہلو پیش کیا چاہتا ہوں جس نے ہندوستان میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اور جس سے تمام عالم کے امن کی امیدیں وابستہ ہیں۔ یسوع نے اپنے پہاڑی وعظ میں کہا تھا کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے

اس اصول کو سنسکرت زبان میں آہنسا کہتے ہیں۔ اور دور حاضرہ میں مہاتما گاندھی اس کے سب سے بڑے پرچارک ہیں۔

اس سے پیشتر ہمارے تمدن کی بنیاد انتقام پر تھی۔ یہ لفظ آہنسا اُس پُرانے قانون کی تردید کرتا ہے۔ اکثر مسیحیوں کا خیال ہے کہ یہ تعلیم کہنے کو ہے مگر کرنے کو نہیں۔ خُدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں اس حد تک عمل کیا جا رہا ہے کہ اس تعلیم کو ناممکن التعمیل کہنا تاریخی غلطی کہا جا سکتا ہے۔ آؤ ذرا ہم اس کا عملی پہلو دیکھیں۔ یعنی اگر کوئی ہمیں پیٹتا ہے تو ہم اُس کا جواب کس طرح دیں۔ تین طور پر پہلے بدلہ لینا۔ دوسرے بھاگ جانا۔ تیسرے دوسرا گال اُس کی طرف پھیر دینا۔

بدلہ لینا۔ بدلہ کئی طرح سے لے سکتے ہیں۔ مثلاً اپنے ہاتھوں سے جواب کی چوٹ مارنا۔ یا کسی اور سے اپنے مارنے والے کو پٹوانا۔ یا کچہری میں مقدمہ چلانا۔

یہ غور طلب بات ہے کہ ایک بدی تو ہم سے سرزد ہوتی ہے اور پھر اس کا دُگنا اُن لوگوں سے جو مسند عدالت میں بیٹھ کر سزا کا حکم دیتے ہیں۔ اکثر اوقات بدی بدلہ لینے والے کی طرف رجوع کرتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ بُرائی کرنے والا شخص اپنے کار بد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس نے بدی کو عمداً شروع نہ کیا ہو۔ اس طرح بدی کا بدی سے ضرب کھا کر ایک ایسا دائرہ بن جاتی ہے۔ جس سے باہر نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ قانون انتقام سے مظلوم کو شاید تسلی ہو جائے۔ مگر بدی گھٹانے کی بجائے وہ بدی کو بڑھاتا ہے۔

بھاگ جانا بھی کوئی عمدہ دستور العمل نہیں جو بھاگ کر چھپ جاتا ہے وہ اپنے حریف کی ہمت بڑھاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بدلہ کے ڈر سے ظالم اپنے ظلم سے باز رہے۔ لیکن لیکن جو شخص بھاگ جاتا ہے وہ اپنے حریف کو بدی کرنے کا اشتیاق دلاتا ہے اور اپنی کمزوری اور دشمنی کی نیت بد سے ایک عظیم برائی کو پیدا کرتا ہے۔

بظاہر یہ بات لغو معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی تمہارے گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا پھیر دو۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر تم مار کا جواب مار ہی دو تو دوسرا قدم بڑے بڑے ہتھیاروں پہ اُتر آنا ہوگا۔ حتیٰ کہ تھوڑی سی بات کے لئے جانیں تلف ہو جائینگی۔

جب تم بھاگ گئے تو شاید تمہارا دشمن تمہارا تعاقب بھی کرے۔ کم از کم دوسری ملاقات کے وقت وہ زیادہ سختی سے پیش آئیگا۔ کیونکہ پہلی ملاقات میں اپنی بزدلی سے تم نے اُس کی ہمت بڑھائی تھی۔ دوسرا گال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حریف ایک ہی ضرب پہ اکتفا کریگا اور بدی کا وہ سلسلہ جو جواب در جواب چوٹوں سے قائم ہوتا تھا اب قطع ہو گیا۔ حریف جو مقابلے کی توقع رکھتا تھا یا مظلوم کو بھگانا چاہتا تھا اب اپنے ہی کئے سے شرمندہ ہو جاتا ہے اور اس گھبراہٹ کے سبب سے اُس کو موقع مل جاتا ہے کہ اپنی حالت پر غور کرے۔ مظلوم کے اطمینان اور برداشت نے اُس کے غصہ کو فرو کر دیا ہے۔ وہ تمہیں خوفزدہ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ تم دوبارہ پٹنے کے لئے تیار ہو۔ شجاعت اور خصوصاً اخلاقی جرأت پر انسان کو مغلوب کر لیتی ہے اور یہ بہت کم انسانوں میں ہوتی ہے۔ وہ شخص جو اپنے مارنے والے کو نہ مارتا ہے نہ بھاگتا ہے وہ اُس سے زیادہ دلیر بہادر معزز اور مختار طبع ہے۔ جو اپنے حملہ آور کو مار کے بھگانا چاہتا ہے۔

اگر دانا آدمی اپنی تکلیف کو برداشت کرتا ہے اور اپنے دشمنوں سے نرمی سے پیش آتا ہے تو اس کا اثر سنگدل لوگوں پر بھی ہو جاتا ہے۔ بلکہ وحشی بھی محسوس کرتا ہے کہ جس سے میرا پالا پڑا ہے وہ کوئی غیر معمولی شخص ہے۔ کیونکہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرا مظلوم نہ تو جواب ہی میں مجھے مارتا ہے اور نہ ہی بھاگ کر میری ہمت بڑھاتا ہے تو وہ ایک مجسمہ کی صورت ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی عزت کرتا ہے جس نے برداشت کی ہو۔

اس کی وجہ ایک اور بھی ہے۔ جس نے پہلے طمانچہ مارا تھا اُس کو خیال تھا کہ مظلوم غصے میں آکر مجھے ماریگا اور پھر مار پیٹ کا سلسلہ بڑھیگا۔ انسان حیوانی طاقت کا معتقد ہے۔ آہنسا انسان کی اس طبعی خواہش اور جبلت کو غلط کر دکھاتا ہے۔ کیونکہ یہاں وحشی کا مقابلہ وحشی سے نہیں۔ بلکہ ایک ایسے انسان سے ہے جس کی قوت برتر اور مرتبہ بلند ہے اور جو نہایت سکون سے کہتا ہے کہ اگر اب تک آپ کا غصہ فرو نہیں ہوا اور آپ کی طاقت زائل نہیں ہوئی تو لیجئے میرا دوسرا گال موجود ہے اُس پر ہاتھ صاف کیجئے۔ میرا جسم تکلیف اُٹھائیگا۔ مگر میری رُوح بدی کی طرف مائل نہ ہوگی۔ اگرچہ میں مظلوم ہوں مگر بد ہونا نہیں چاہتا۔

نوٹ۔ کچہریوں کا بائیکاٹ بدلہ نہ لینے کا منطقی نتیجہ تھا۔ اگر مہاتما گاندھی اپنے اس مقاطع کو ترک کرتے ہیں تو یہ کہنا غلط نہیں کہ اُنھوں نے آہنسا کی پوری پوری تعمیل چھوڑ دی ہے۔ جہاں انتقام لینا ہی نہیں وہاں عدالتیں کس مقصد کے لئے ہونگی۔ مہاتما جی جواب دینگے کہ "بدکار کو اُس کی بدی کی سزا ملنا چاہئے" یہ ایک قدرت کا قانون ہے۔ مگر اس سزا کے لئے دوسروں کا ہاتھ نہیں چاہئے۔

جلال الدین

ہندو اور آریہ

گذشتہ سے پیوستہ

آریہ دھرم کہو یا ہندو دھرم سب ایک ہی بات ہے چنانچہ ہم یہ مضمون لکھ ہی رہے تھے کہ

آریہ مسافر آگرہ

کا پرچہ نمبر ۳ موصول ہوا۔ جس میں "شدھی اور آریہ" کے عنوان سے ایک مضمون نکلنا شروع ہوا ہے مضمون نگار صاحب کوئی راسخ الاعتقاد اور غیر متعصب آریہ ہی



ہیں۔ انہیں پنڈت مالویہ صاحب کی باتیں ایک دھوکا معلوم ہوتی ہیں اور شدھی کے معاملہ میں آریہ سماج کی شرکت کو وہ ریاکاری اور بیدینی قرار دیتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ:-

اپنے آرتیو سے باہر ہو کر ہندو

آج شدھی کے لئے آریہ جگت باولا ہو رہا ہے جہاں کہیں بھی دیکھا جاتا ہے وہاں آریہ سماج کی بڑی بڑی بزرگ ہستیاں شدھی کے کام میں اپنا تن من دھن دئے ہوئے ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ بعض جگہ تو آریہ سماجی اپنے آرتیو سے بھی باہر چلے جا رہے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ شدھی کے فدائی ہندوؤں میں مل کر

یکم ہندو بن گئے ہیں

انہوں نے ہندوؤں کے درمیان جار حقہ کا کش بھی کھینچنا شروع کر دیا ہے۔ نمستے کی جگہ جے رام جی کہنے لگ گئے ہیں کہ اخبار پر مودھرم کے ماننے والے آریہ سماجی شدھ شدھ لوگوں کو

گوشت کا کھلانا ضروری

شدھ شدھ کو گوشت کھلانا ضروری ہے

سمجھے ہوئے ہیں۔ مجھے اس تحریر سے کسی کا دل دکھانا منظور نہیں ہے اور نہ ہی کسی پر خواہ مخواہ الزام لگانا۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ آریہ سماج شدھی یا شدھی سبھاؤں میں حصہ لینا چھوڑ دے۔ مگر ہاں اتنا میں ضرور چاہتا ہوں کہ جہاں تک آریہ سماجیوں کا تعلق ہے وہ اس میں اتنا ہی حصہ لیں کہ

ان کے سدھانتوں کی توہین نہ ہو

شدھیاں ویدک نہیں پورانک ہیں

دیکھنا یہ ہے کہ جس قسم کی شدھیاں ہو رہی ہیں وہ ویدک ہیں یا پورانک۔ دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک شخص شدھ کیا جاتا ہے تو ویدک طریقے سے اس سے ہون کرایا جاتا ہے۔ یہاں تک تو یہ رسم ویدک کہی جا سکتی ہے۔ مگر جہاں شانتی پاٹھ کرکے ہون ختم ہوا تو شدھ شدہ کو

ہندوؤں کے اندر زبردستی سے

ٹھونسنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ویدک طریقے سے شدھ کیا ہوا شخص ویدک دھرم کا ماننے والا ہو۔ مگر

یہاں معاملہ اُلٹا ہو جاتا ہے

آریہ سماجیوں نے ہزاروں ملکانوں کو شدھ تو کیا اور کر رہے ہیں

مگر تعداد ہندوؤں کی بڑھائی

آریوں نے ہندوؤں کی تعداد بڑھا دی

وہ بڑھا رہے ہیں۔ مجھے کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کا مطلب کیا ہے کہ شدھ شدہ آدمی آریہ سماجی نہ شدھ ہوا۔ ہندو کیوں بنجاتا ہو خیر اس کا مطلب شائد یہ ہو کہ آریہ سماجی اپنے دھرم کی اہمیت کو کما حقہ سمجھنے کے ناقابل ہے و اگر سمجھنے کے قابل ہے تو دوسروں کو سمجھانے کے ناقابل ہے وچونکہ آریہ سماجی خود ہندوؤں میں سے آئے ہوئے ہیں۔ وہ اس وقت بدلہ چکا رہے ہیں کہ چونکہ اندر سے نکلکر انہوں نے ہندوؤں کی تعداد کو کم کیا ہے۔ اس لئے اب دوسروں کو شدھ کر کے ہندو بنا کر وہ اس بدلے کو پورا کر رہے ہیں ورنہ اس کے کیا معنی کہ ہرجگہ کام تو کریں آریہ سماجی

مگر تعداد بڑھے ہندوؤں کی؟

کیا کوئی آریہ سماج کی بزرگ ہستی مجھے بتلائیگی کہ رشی دیانند کا کونسا سدھانت ایسا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو

کہ ہندوؤں کی تعداد بڑھانا آریوں کا

اسلام و مسیحیت پر ہندو دھرم کو کوئی فضیلت نہیں

پرم دھرم ہے۔ رشی دیانند کا بنایا ستیارتھ پرکاش دیکھیو۔ وہاں کوئی اہمیت ہندوؤں کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں نہیں دی گئی رشی نے ہر ایک مذہب کا کھنڈن کیا ہے۔ وہ ہندو۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آریہ سماجی ہندوؤں کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ترجیح کیوں دے رہے ہیں"۔ (آریہ مسافر آگرہ ۹ دسمبر ۱۹۲۴ء)

اس تحریر سے صاف صاف ظاہر ہے

کہ سوامی دیانند جی نے ہندو دھرم کو اسلام و مسیحیت کے مقابل میں ہرگز کوئی فوقیت نہیں دی۔ مگر مضمون نگار صاحب کو یہ شکایت ہے اور شکایت بھی بالکل بجا اور مبنی بر صداقت ہے کہ آریہ سماج اس وقت اپنے گورو کی تعلیم مندرجہ ستیارتھ پرکاش کے بالکل برخلاف چلکر ملکانوں وغیرہ غیر ہندوؤں کو شدھ کر کے آریہ نہیں۔ بلکہ ہندو بنا رہی ہے۔ یعنی بانئے آریہ سماج کی نظر میں چونکہ جیسا اسلام اور مسیحی دھرم ہے۔ ویسا ہی ہندو دھرم بھی ہے۔ لہذا موجودہ شدھ شدہ لوگ شدھ ہو کر بھی ویدک دھرمی نہیں بنے۔ پورانک شدھ ہو گئے ہیں۔ پورانک دھرم کا سوامی جی نے زور و شور سے کھنڈن کیا ہے۔ پس موجودہ شدھ شدہ اگر ہندو بن گئے تو مسلمانوں اور عیسائیوں سے کسی طرح بھی بہتر نہ ہوئے

پھر اس کے کیا معنی؟

کہ آریہ سماج اپنے سدھانتوں کے مطابق تو ہندوؤں کے مذہب کی دل کھولکر تردید کرے اور اسے ویدک دھرم سے خارج کر کے پورانک دھرم بتائے۔ مگر اپنے فعل سے آریہ سماجی پورانک دھرم کی کثرت و ترقی کی خاطر اپنے عقائد و تعلیمات کی بالکل پروا نہ کریں۔

آریہ مسافر کی اور سنئے

مضمون مندرجہ بالا کو جاری رکھتے ہوئے ۱۶ نومبر کی اشاعت میں اخبار آریہ مسافر آگرہ لکھتا ہے کہ

ایک اور بات آریہ سماج کے اندر غور طلب ہے آریہ سماج کی ممبری کے فارم کی پُشت پر آریہ سماج کے دس نیم چھپے ہوئے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو اس فارم پر دستخط کر کے آریہ سماج کا ممبر بنے ان دس اصولوں کا ماننے والا ہو۔ دوسرے الفاظ میں یوں ادا کر سکتے ہیں کہ آریہ سماج کا ممبر وہی ہو سکتا ہے جو کہ آریہ سماج کے دس اصولوں کو مانے

یہ کہیں نہیں لکھا

آریوں کا تعصب کہ اگر عبد اللہ دستخط کرنا چاہے تو اُس کا پہلے سر اور ڈاڑھی منڈواڈالو۔ چار ابرو کا صفایا کرو اور اگر ہندو دستخط کرے تو بلا کسی شرط کے اسے چھاتی سے لگالو۔ مسلمان گوشت خور ہیں۔ اس لئے اگر اُن کی شدھی ضروری ہے تو کیا ہندو سارے کے سارے سبزی خور ہیں کہ اُن کی شدھی کی ضرورت نہیں۔

یہ ایک خواہ مخواہ کا تعصب رکھا گیا ہے

جس طرح سے ایک غیر مسلم لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہنے سے امت محمدی میں داخل ہو سکتا ہے کیا وجہ ہے کہ اس طرح سے ایک غیر آریہ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان عیسائی ہو یا یہودی۔ منتر جپ کر آریہ کیوں نہ ہو جائے؟ اس کا کوئی مطلب نہیں کہ ایک خاص فرقے کے لئے تو ہم کوئی پابندی عائد نہ کریں۔ اس کے علاوہ جس قدر فرقے یا مذاہب ہوں اُن پر قید لگاکر ان کو ذلیل کریں۔ اگر شدھی ہونی چاہئے تو بلا لحاظ ملت ومذہب سب کی ہونی چاہئے۔ ورنہ ایک گائتری کے اوچارن سے سب کو شدھ کیا جاسکتا ہے۔ (باقی آئندہ) خان

کوہستان نمک

امسال جو بخت تاج سر ہوا۔ تو چار دن کھیوڑہ کی پرفضا وادیوں میں بسر ہوا۔ کھیوڑہ ایک قابل دید جگہ ہے جہاں کی ویران لیکن خوبصورت گھاٹیوں میں قدرت کی بجیب دلچسپیاں پنہاں ہیں۔ جغرافیہ دان اصحاب یہاں کی دلچسپیوں سے خوب آشنا ہیں۔ یہاں نمک کی بڑی کانیں ہیں جن کے متعلق جیالوجی (علم العرض) کے ماہروں کا بیان ہے کہ یہ کانیں تواریخی لحاظ سے دنیا میں دوسرے درجہ کی کانیں ہیں۔ پہاڑوں کا سلسلہ کئی میلوں تک ختم نہیں ہوتا جو "کوہستان نمک" کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ جگہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں کے مناظر کا خاکہ اُتارنا اور اُن کی صحیح تصویر کھینچنی کسی انسانی قلم کا کام نہیں۔

قدرت کے نقاش نے نہایت خوبصورتی وکاریگری سے یہاں کے نقشے کھینچے ہیں۔ پہاڑوں کے اندر نمک کے تودے کے تودے کھڑے ہیں اور اندر کئی جگہ نمک کی جھیلیں واقع ہیں۔ جو بہت گہری ہیں۔ بعض جگہ نہایت عمیق غار ہیں۔ جہاں ظلمت کی سی تاریکی ہے۔ یہ جگہیں نہایت تاریک اور بھیانک ہیں۔ خدا کی شان نظر آتی ہے کہ اُس نے ایسی ہیبت ناک جگہوں میں بھی اپنی قدرت کے عجائب وغرائب کرشمے پوشیدہ رکھے۔ جو انسان کو محو حیرت بنا دیتے ہیں۔ زبور کا مصنف کیا ہی خوب لکھتا ہے کہ "آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں اور فضا اُس کی دستکاری دکھلاتی ہے"۔ آرکیالوجی (آثار القدیمہ) کے عالم اس کی تاریخ شاہجہان کے زمانہ سے وابستہ کرتے ہیں۔ لیکن خیر کچھ بھی ہو۔ ہمیں اس سے بحث نہیں۔ لیکن صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدائی قدرت پر فرنگیوں کی قدرت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا ہے۔ انگریزوں نے اندر بھی اندر ریلیں اور اُن کی لائنیں بنائی ہیں۔ نمک کے لادنے کے لئے چھوٹے چھوٹے پلیٹ فارم بنے ہوئے ہیں۔ سینکڑوں مزدور ہر روز وہاں کام کرتے ہیں۔ یہاں کے تمام دلچسپ مناظر میں سب سے اعلےٰ منظر وہ تھا جہاں کہ شیشہ نمک کی بنی ہوئی دیوار تھی جس کی اونچائی ۳۰ فٹ سے کچھ زیادہ اور موٹائی پورے ۸ فیٹ تھی جبکی ایک طرف رہنما نے روشنی کی اور اُس کی دوسری طرف صفائی سے روشنی کا عکس پڑتا دکھائی دیا۔ اور اس روشنی سے جو دیوار کی دوسری جانب سے آرہی تھی خط اچھی طرح سے پڑھ سکتے تھے۔ اُسی دیوار کے نیچے ہی ایک تالاب تھا جو چالیس فٹ گہرا تھا۔ اس میں اُترنے کے لئے نمک کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جو نہایت خطرناک ہیں۔ ہم اس تالاب میں اور نیچے پہنچکر جب روشنی کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک نہایت تیرہ وتاریک عمیق غار میں پڑے ہوئے ہیں اور جہاں ہم کھڑے تھے وہاں سے تالاب کی گہرائی ساٹھ فٹ اور نیچے تھی۔ اندر جابجا نمک دیوار اور چھتوں سے ایسا پھوٹ رہا تھا جیسا کہ انگورستان میں انگوروں کے گچھے لٹک رہے ہیں۔ خالق کی بے شمار قدرتوں کا بیان ایک خاکی بشر کیا خاک کر سکتا ہے۔

کھیوڑہ کی آبادی گو بہت گھنی نہیں۔ لیکن پھر بھی کافی ہے چند انگریز بھی آباد ہیں جنکی کوٹھیاں پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر واقع ہیں۔ ٹیلیفون کا انتظام بہت عمدہ ہے۔ تمام حکام اعلےٰ کے دفتروں اور کوٹھیوں میں ٹیلیفون لگا ہوا ہے۔ گھر میں بیٹھکر پہاڑوں کے پار نیچے اوپر جہاں کہیں چاہو۔ باتیں کرلو۔ سُنا ہے کہ عنقریب بجلی کے پنکھے اور لیمپ جائینگے۔ تب تو یقینی طور سے رونق دوبالا ہو جائیگی۔ نمک کے کانوں کے افسر اعلےٰ ایک انگریز ہیں۔ اُن کے نیچے چند ایک اسسٹنٹ کمشنرز اور سپرنٹنڈنٹ وغیرہ ہیں۔ اور اس محکمہ کا تمام انتظام براہ راست گورنمنٹ آف انڈیا (سرکار ہند) کے ماتحت ہے۔

نمک کی یہاں اس قدر کثرت ہے کہ مرحوم ڈاکٹر وبیلی جب یہاں سیر وسیاحت کے لئے آئے تو اندازہ لگایا کہ یہاں کا نمک آئندہ دو صد سال تک بھی ختم نہیں ہو سکتا ان تمام کانوں کا نام ہندوستان کے کسی سابقہ وائسرائے کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جنکا نام لارڈ میو تھا۔ یہاں ایک ہسپتال بھی ہے جس کا نام اسی وائسرائے کے نام پر ہے۔ غرضیکہ "میو سالٹ مائنز" قدرت کے عجائبات کا ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ خیال ہے کہ اور بھی بہت سی کانیں دریافت ہونگی اور قدرت کے اور پوشیدہ خزانوں کا پتہ ملیگا۔

کھیوڑہ کے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک اور جگہ ہے جسکو ڈنڈوت کہتے ہیں۔ یہاں کوئلوں کی کانیں ہیں۔ سُنا ہے کہ یہ جگہ بھی قابل دید ہے۔ لیکن افسوس کہ کرسمس کی تعطیلات قریب الاختتام ہیں اور وقت نہیں کہ وہاں جاسکیں۔ چھ میل کے فاصلہ پر پنڈدادنخان واقع ہے جو تحصیل ہے۔ یہاں پانی کی سخت دقت ہے

حالانکہ کھیوڑہ میں گھر گھر پانی کے نل لگے ہوئے ہیں چوئے سیدن شاہ جو کہ ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے قابلِ دید جگہ ہے۔ یہاں گلاب کے پھولوں کا گلستان ہے موسمِ بہار میں اس جگہ پھولوں کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ یہ جگہ حقیقت میں رشکِ جنت ہو۔ یہاں پنجاب کے اچھے اچھے عطار آتے اور گلاب کے پھولوں کا عطر نکالتے ہیں۔

کھیوڑہ میں جابجا مختلف وادیاں واقع ہیں۔ جنکے انگریزی نام ہیں۔ جس وادی میں ہم قیام رکھتے ہیں اُس کا نام "مارسیلا وبل" ہے۔ اسی وادی میں کانیں واقع ہیں اور ارد گرد پانی کے چشمے بہتے ہیں۔ موسم خوشگوار ہے لیکن ہوا میں خنکی بہت ہے۔ سنا ہے کہ موسم گرما میں یہاں گرمی اچھی خاصی ہوتی ہے۔ اور کھیوڑہ منطقۂ حارہ کا نمونہ بنا ہوتا ہے۔

کھیوڑہ میں نارتھ ویسٹرن ریلوے کا انتظام ہے۔ لیکن یہاں آنے والوں کو ایک دقت درپیش ہوتی ہے اور ہم ایجنٹ صاحب بہادر کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ دن میں صرف دو گاڑیاں جاتی اور آتی ہیں۔ ملکوال کو جانے والی گاڑی صبح ۴ بجے چلتی ہے اور ملکوال سے آنیوالی گاڑی یہاں دو بجے دوپہر کے قریب پہنچتی ہے یعنے اگر کسی نے گاڑی سے لاہور سے سفر کیا تو وہ رات کو ساڑھے نو بجے کے قریب کھیوڑہ پہنچیگا۔ اور اگر کوئی صبح ملکوال پہنچا تو اُس نے قریب ساڑھے پانچ گھنٹے ملکوال کھیوڑہ کی ٹرین کے لئے انتظار کھینچنا پڑیگا۔ چنانچہ یہی دقت ہمارے برادرز سکاوٹ کو پیش آئی۔ جبکہ وہ لاہور سے تعطیلات کا ایک حصہ بسر کرنے کے لئے یہاں آئے صبح ۶ بجے وہ ملک وال پہنچ گئے اور ۶ بجے سے لیکر ایک بجکر ۲۰ منٹ تک انہیں انتظار کی زحمت گوارا کرنی پڑی۔ ہم جناب ایجنٹ صاحب بہادر نارتھ ویسٹرن ریلوے کے خلوص دل سے ممنون و مشکور ہونگے اگر وہ کھیوڑہ آنے والے مسافروں کی اس تکلیف پر غور فرمائیں اور اس کا انسداد فرمائیں۔ فقط

راقم۔ بی۔ بشیرالدین شہباز

مسٹر مارکوئس ڈی کیسٹیلین

لاکھوں کا گھر خاک کر دیا

مسٹر مارکوئس ڈی کیسٹیلین بہت زیادہ فضول خرچ تھے۔ چنانچہ وہ خود اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ۱۲ سال میں پچیس لاکھ پونڈ فضول ضایع کر دیئے۔ مارچ ۱۸۹۵ء میں اُنہوں نے ایک نہایت دولتمند لڑکی مس گولڈ سے شادی کی۔ جب مسٹر مارکوئس پیرس میں واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی کا روپیہ خرچ کرنا شروع کیا۔

چند روز کے بعد اُنہوں نے "ڈاکس پچینز" کا مقام کرائے پر لیا اور جھیل کے ساحل پر ایک چبوترہ بنوایا گنجان درختوں کی تاریکی میں اسی ہزار لیمپ روشن کئے گئے۔ جہاں وہ عمدہ عمدہ پھلوں کی درخشانی کے ساتھ ایک فردوس نگاہ منظر پیش کر رہے تھے۔ مسٹر مارکوئس نے ۶۰ پیادوں کو حکم دیا کہ وہ سُرخ وردیاں پہنکر گھاس میں کھڑے ہوں۔ اس سے قبل پیرس میں ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ چنانچہ اس کام پر ہزاروں روپیہ صرف ہو گیا۔ اور ہر طرف سے مسٹر مارکوئس پر نکتہ چینی کی بوچھاڑ ہونے لگی۔

ایک دفعہ انہوں نے اپنے اس جنت نظیر مقام پر دو ہزار ممتاز و مقتدر مہمانوں کی دعوت کی اور اس میں بے شمار روپیہ صرف کیا۔

مسٹر مارکوئس لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے بارہ سال میں پچیس لاکھ پونڈ عیش و عشرت میں اُڑا دیئے۔

(زمیندار ہفتہ وار)

نورافشاں کو قلمی امداد سے فراموش نہ کیجئے۔

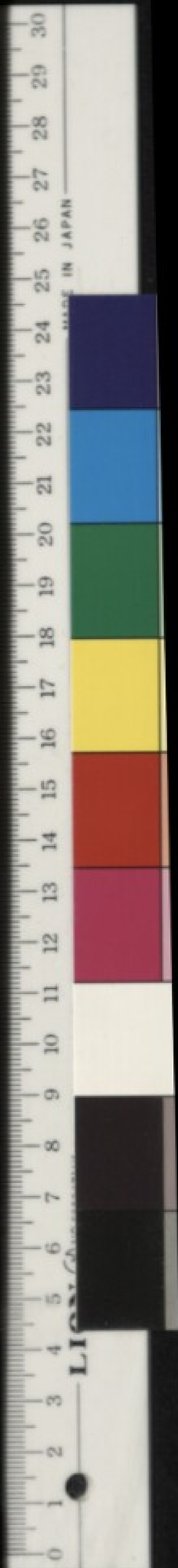
پارے سے سونا

سائنس کا ایک انقلاب انگیز انکشاف

جدید تحقیق سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ بسیط اشیاء کے وجود کا خیال مہمل ہے۔ دنیا میں مادہ صرف ایک ہے اور مختلف چیزیں اسی کی مختلف صورتیں ہیں۔ وہی ایک چیز جب ایک صورت اختیار کرتی ہے تو سونا ہو جاتی ہے اور جب دوسری صورت اختیار کرتی ہے تو لوہا ہو جاتی ہے۔ غرضکہ تمام بسیط اشیا جن کا تجزیہ ناممکن قرار دیا گیا ہے اور جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ کیمیائی صورت میں اپنی حالت تبدیل نہیں کر سکتیں (ایک دوسرے سے مرکب ہو کر اپنی صورت تبدیل کرینگی۔ مثلاً تانبے یا لوہے کو گندھک کے تیزاب میں ڈال کر توتیا بنایا جا سکتا ہے اور بادی النظر میں ان میں تانبا یا لوہا نہیں معلوم ہوگا۔ کہ جس وقت کوئی کیمیاوی ترکیب استعمال کی جائیگی تو دھات صاف طور پر نمودار ہو جائیگی) اپنی شکل بالکل تبدیل کرکے ایک بسیط چیز سے دوسری بسیط چیز بن سکتی ہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ لوہا تانبا اور پارہ سونا بن سکتا ہو۔

ماہرانِ کیمیا نے اس کا اصول یہ قرار دیا ہے۔ کہ صرف مادہ ہے جو بجلی کے ذرات کی حرکت کے مطابق اپنی حالت تبدیل کرتا ہے۔ ان بجلی کے ذرات کا نام "الکٹرن" رکھا گیا ہے۔ جن کے متعلق یہ خیال ہے کہ ہر شے میں ان کی ایک خاص تعداد اور ایک خاص حرکت ہوتی ہے جس وقت یہ تعداد تبدیل کی جائیگی اُسی وقت اس کی کمی یا زیادتی کے مطابق وہی شے بنجائیگی جس میں اسقدر تعداد ہونی چاہئے۔

ایک امریکن ڈاکٹر نے انسان کی بیماریوں کے متعلق غور کر کے یہ معلوم کیا کہ تمام بیماریوں کا سبب "الکٹرن" کی حرکت کی خرابی ہے اور اگر یہ خرابی دور کر دی جائے تو مریض اچھا ہو جائیگا۔ لہٰذا اس نے تین مشینیں ایجاد





کیں۔ جن میں ایک کا کام یہ تھا کہ وہ معلوم کرے کہ کرے کہ مریض کے جسم کے ماؤف حصے میں "الکٹرن" کی حرکت کتنی ہے۔ دوسری کا کام یہ تھا کہ وہ معلوم کرے کہ اصلی حالت میں کس قدر حرکت کی ضرورت ہو اور تیسری کا یہ کام تھا کہ وہ یہ کمی پوری کر دے یا اگر حرکت ضرورت سے زیادہ ہے تو اُسے کم کر دے اس طرح اس نے ناسور۔ ٹیوبرکلوسس وغیرہ کو اچھا کیا۔ مگر غالباً کسی قدر نامکمل ہونے کے سبب سے ابھی تک اس طریق علاج کا زیادہ رواج نہیں ہوا۔

حال ہی میں ایک جرمن ماہر طبعیات نے "الکٹرن" کی حرکت اور مقدار کے مطابق تبدیلی کرنے کی مزید تصدیق کر دی ہے اور پارے سے سونا نکالا ہے۔ اس کیمیا گر کا نام مسٹر سیتھ ہے اور یہ برلن کے ایک کالج میں پروفیسر ہیں۔ یہ انکشافات اتفاقاً عمل میں آیا ہو حالانکہ اُن کا مطمع نظر یہ نہ تھا۔ وہ پارے کی بھاپ پر ایک خاص رنگ کی روشنی کا اثر دیکھ رہے تھے اور دو سو گھنٹے تک بجلی کی لہر دوڑنے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ اس لیمپ کے اندر جس میں پارے کی بھاپ تھی کچھ سیاہ جھلی سی جم گئی ہے۔ جس وقت اس کو نکالکر تجربہ کیا تو اس میں تھوڑا سا سونا پایا گیا۔

اب "سائنٹیفک امریکن" نے نیویارک کے علم طبعیات کے پروفیسر ایچ پایچ شیلڈن کو اس تحقیقات پر مامور کیا اور وہ کسی دوسرے طریقے سے اس میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ تجزیہ دو چار مہینے کے درمیان ختم ہو جائیگا۔ اس کا کافی لحاظ رکھا جائیگا کہ تمام مصارف کا حساب لگا کر یہ معلوم کیا جائے کہ تجارتی اصول پر اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

انہیں پارے کے ایک جزو لاتیجزی میں اسّی اور سونے کے ایک جزو لاتیجزی میں اناسی الکٹرن ہوتے ہیں۔ لہذا اس پروفیسر کا خیال ہے کہ پروفیسر سیتھ کسی طرح پارے کا ایک "الکٹرن" غائب کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ (ر)

تحریر سے مرض کی تشخیص

یہ حقیقت تو ظاہر ہو چکی ہے کہ تحریر سے لکھنے والے کا چال چلن معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ حرف گیروں نے اس کے متعلق اکثر اشخاص کے دلوں میں شبہ پیدا کر دیا ہے۔

جس طرح کسی شخص کی تحریر سے اس کے چال چلن پر روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ لکھنے والے کا پیشہ کیا ہے جس شخص کو جن چیزوں سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اُس کی تحریر کے حروف بالکل نادانستہ طور پر انہی چیزوں سے مشابہ ہوتے ہیں مثلاً عینک فروش کی تحریر کے حروف شیشوں اور کمانیوں کی شکل کے ہوتے ہیں اور مرغ پالنے والے کی تحریر کے حروف انڈوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ وقس علیٰ ہذا

تحریر سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ لکھنے والا کس مرض میں مبتلا ہے۔ اگر حروف کے نچلے حصے کسی قدر جلی اور بے قاعدہ ہوں تو سمجھ لیجئے کہ لکھنے والے کی ٹانگوں اور پاؤں میں درد ہے۔ اگر حروف میں بے قاعدہ طور پر سیاہی خرچ کی گئی ہو اور حروف کے نچلے حصے قلم پر زور ڈالکر لکھے گئے ہوں تو لکھنے والے کو دوران ورود خون کی شکایت ہوگی۔

بعض تحریروں میں حروف کے نچلے حصے کٹے ہوئے اور علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اُن کے لکھنے والے سوء ہضم میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں الفاظ کے آخری حروف علی الخصوص وہ جنکے آخر میں ایک لکیر سی ہو نہایت اہم و توجہ طلب ہیں۔ اگر ان حروف کا رُخ اوپر کی طرف ہو تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لکھنے والا زندہ دل ہے اور اگر ان کا رُخ نیچے کی طرف ہو تو لکھنے والے کی مردہ دلی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر وہ حروف ہموار اور ذرا لمبے ہوں تو لکھنے والا آرام طلب ہوتا ہے۔ اگر حروف پر غیر ضروری نشانات لگائے جائیں یا وہ جل کئے جائیں تو اُن سے لکھنے والے کے داخلی امراض معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حروف پر زائد نقطے دیئے جائیں اور حروف کے سرے ذرا اونچے ہوں تو سمجھ لیجئے کہ لکھنے والے کی حرارت طبعی درجہ اعتدال سے بڑھ گئی ہے۔ حال ہی میں ایک مشہور ڈاکٹر نے بیان کیا ہے۔ کہ مریض کی تحریر سے اُس کے مرض کی تشخیص میں مدد ملتی ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ ڈاکٹری پڑھنے والے طلبا کو تحریر سے مرض معلوم کرنے کے متعلق بھی تعلیم دینی چاہئے۔ (ر)

رنگین تصاویر تار کے ذریعے سے بھیجنا

چند ماہ ہوئے جب انجینیروں نے تار کے ذریعے سے تصویریں بھیجنے کا طریقہ دریافت کیا تھا تو علمی دنیا میں دلچسپی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ اب اسی طریق عمل سے آٹھ رنگ کی تصویریں ایک گھنٹہ کے اندر ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھیجی جا سکتی ہیں اور انہیں دوبارہ تیار کر سکتے ہیں۔

رنگین تصویروں کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھیجنے کا طریق تصویریں بنانے کے طریق سے ملتا جلتا ہے۔ تین تصویریں تار پر بھیجی جاتی ہیں۔ پہلی تصویر سے سرخ دوسری سے نیلے اور تیسری سے زرد کے سوا باقی تمام رنگ اخذ کرلئے جاتے ہیں۔ اس طرح تصویریں بھیجی جاتی ہیں۔ اور معمولی طریق عمل سے سیاہ و سفید رنگ میں وصول کی جاتی ہیں۔ وصول کرنے کے بعد اصلی رنگ پہلے کی طرح روشن ہو جاتے ہیں اور ایک ایسی تصویر سامنے آجاتی ہے جس کے نہ صرف تین

اصلی رنگ ہوتے ہیں بلکہ پانچ اور رنگ بھی اس طرح ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جس طرح رنگ بھرتے وقت رنگ کی ایک پلیٹ دوسری پلیٹ پر رکھنے سے نظر آنے لگتے ہیں۔

رنگین تصاویر کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھیجنے کا طریق محض تجربے کے طور پر اختیار کیا گیا تھا۔ لیکن جن انجنیروں نے اس تجربے کو ترقی دی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس طریقہ سے مجرموں یا مال مسروقہ کی شناخت ہو سکتی ہے۔ (ر)

خبریں

بنارس ۱۳ جنوری۔ آج انڈین سائنس کانگرس کے میڈیکل سیکشن میں ایف۔ پی۔ مکالی نے خطبہ صدارت میں جراثیم سے پیدا شدہ بیماریوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر دلچسپی کے متعلق کئی مضامین پڑھے گئے اور اس مطلب کا ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ سائنس کانگرس کے میڈیکل ریسرچ حصہ کی رائے ہے کہ ہندوستان میں جراثیم کے ذریعے وبائی اور غیرہ وبائی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ اور مقامی گورنمنٹ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ ملک میں صحت کے اور ریسرچ کے محکمہ جات کو زیادہ وسیع کرے۔ اور مضبوط کرے تاکہ ملک میں ان بیماریوں کے ذریعے (جتنا انسداد کیا جا سکتا ہے) اموات میں کمی واقع ہو۔ (بندے ماترم)

آگرہ ۱۳ جنوری۔ شاہزادہ آرتھر اور شاہزادی آرتھر معہ ملازمان خود بذریعہ سپیشل ٹرین یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ریلوے سٹیشن پر آگرہ کے کمشنر اور مسٹر نیول ڈسٹرکٹ افسر نے آپ کا استقبال کیا۔ پارٹی جائے رہائش سرکٹ ہاؤس کو جانے سے پیشتر تاج محل کو دیکھنے کیلئے گئی۔ اُن کی یہاں پر تشریف آوری پرائیوٹ تھی (ر)

امرتسر ۱۳ جنوری۔ مقامی انکم ٹیکس محکمہ نے میسرز بدری مل رام چند کی فرم پر مقدمہ چلایا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے انکم ٹیکس افسر کو ۵۰۰ روپے پیش کئے تھے۔ تاکہ وہ انکم ٹیکس کے لئے اُن کی فرم کے تفصیل حسابات نہ دیکھے۔ افسر مذکور نے اپنے افسر کو اس کی رپورٹ کر دی (ر)

قانونی کونسل بہار و اوڑیسہ کے بعض ممبران نے آئندہ اجلاس کونسل مذکور میں اس مضمون کی تحریک پیش کرنے کا نوٹس دیا گیا ہے۔ کہ فوجداری استغاثوں اور دیوانی نالشوں میں لوگوں کو اس امر کا حق دیا جائے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنی عرضہ اشتیں اردو زبان میں اسی فارسی رسم الخط میں لکھکر پیش کریں۔ (ر)

پرنس اور پرنسس آرتھر کناٹ اس مہینے کے اخیر میں لاہور آئینگے۔ یہ سفر پرائیوٹ ہوگا۔ (ر)

شانگھائی ۱۲ جنوری۔ کل کی کشمکش میں سن چون فانگ نے چون یان ہینگ کا قلعہ تسخیر کر لیا۔ چون یان ہینگ بستی کو بھاگ نکلا۔ اور اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے یا منتشر ہو گئی۔ اب چین سیہ یان اور سن چون فانگ حاکم ضلع ہیں۔ بستی پر سینکڑوں گولیاں چلائی گئیں۔ جس سے بہتیری کھڑکیاں ٹوٹیں لیکن نقصان جان صرف ایک فرانسیسی بحری سپاہی کا ہوا۔ جس کے پاؤں میں معمولی چوٹیں آئیں۔ (ر)

ٹائمز کا نامہ نگار مقیم قاہرہ مظہر ہے کہ مصری حکومت اور مسٹر کاٹز کے مابین قوطن خاص کے متعلق جو تنازعہ تھا اُس کا باہمی مصالحت سے تسلی بخش فیصلہ ہو گیا ہے۔ مسٹر کاٹز فوراً ہی قبر میں اپنا کام جاری کر دینگے۔

لندن ۱۲ جنوری۔ لندن میں گذشتہ دو دن سے زبردست دھند پھیلی ہوئی ہے۔ جس سے بازار میں آمد و رفت بہت کم ہو گئی ہے۔ موٹر کاریں اور ٹریمیں چلنی بند ہو گئی ہیں۔ اور لاتعداد معمولی حادثے ہوئے ہیں۔ دھند نے پیرس پر بھی دھاوا کیا ہے جہاں آج صبح تین حادثے ہونے کی اطلاع آئی ہے۔ لیکن کوئی نقصان جان نہیں ہوا۔ ٹریموں سے نقصان جان نہیں ہوا۔ ٹریموں کے تصادم سے بارہ کے قریب اشخاص کے چوٹیں لگی ہیں۔ (ر)

گذشتہ ہفتہ میں ماسٹر جوئیل خیراللہ کی منگنی بابو فلپ صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوئی اور اسی ماہ میں شادی بھی ہونے والی ہے۔ خدا مراد کو پورا کرے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ ۱۳ ماہ حال کی صبح کو پادری جے۔ ای۔ راس صاحب مشنری انچارج مقیم قصور اپنی کوٹھی میں وفات پا گئے۔ سنا ہے کہ آپ آدھی رات کے قریب چلائے تھے صبح کو اپنے بستر میں بالکل سرد پائے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل بیماری سے اُن کا انتقال ہو گیا۔ جنازہ ۱۴ تاریخ کے روز ہوا۔ آپ کے جنازے پر ہندوستانیوں کے سوا قریباً تین مشنری صاحبان بھی حاضر تھے۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا جو تمام تسلی و اطمینان کا چشمہ ہے مرحوم کے پسماندگان کو تسلی و اطمینان عطا فرمائے۔

امرتسر ۱۲ جنوری سردار جوجہار سنگھ جی سکریٹری سکھ قیدی پروار سہائک کمیٹی زیر دفعہ ۱۰۷ گرفتار کئے گئے ہیں۔

سردار پنجاب سنگھ نائب جتھیدار اکالی جتھا ضلع لائلپور کو مورخہ ۹ جنوری ۱۹۲۵ء کو زیر دفعہ ۱۰۷ ایک سال قید بمشقت ہوئی

دیہاتی علم الاقتصاد

گذشتہ سے پیوستہ

اور اُن پیدا کردہ اشیاء کا میزان ان جملہ عاملین کے درمیان منقسم ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کل میزان پیداوار زیادہ ہوگی تو اس کی نسبت سے عاملین پیدائش کو بھی زیادہ حصہ ملیگا اور اسی طرح سے یہ ہر عامل پیدائش پہلے سے بہتر طور پر تقسیم ہوگا اور اس طرح اوسط فی کس زیادہ ہوگی اور پھر ہم اس حالت میں کسی قوم یا ملک کو دولتمند قرار دینگے۔ ہندوستان کی اقتصادی کمزوری کے اسباب۔ یاد رہے کہ ہندوستان زراعتی ملک ہے اور اس کے اسباب بھی زراعت سے متعلق ہونگے۔

۱۔ تعلیم کی کمی

(الف) عام تعلیم

(ب) تعلیم النسواں

(ج) سائنس کی تعلیم

(د) صنعت و حرفتی تعلیم۔

(س) زراعتی تعلیم۔

(۲) اوسط زندگی فی کس بہت کم

(الف) اموات بہت زیادہ

(ب) اموات بچگان۔

(۳) کمزور کرنے والی آب و ہوا۔

(۴) کمزور مویشی

(۵) بیکار محنت (سادھو۔ فقیر۔ سنیاسی۔ بے کار آدمی وغیرہ)

۶۔ ذات پات کی پابندیاں۔

۷۔ مشینوں کی قوت کی کمی۔

۸۔ کھاد کا نادرست استعمال۔

۹۔ طغیانیاں۔

۱۰۔ جنگلی جانور اور فصل کو خراب کرنے والے کیڑے

۱۱۔ عوام الناس کی صحت کے بارے میں بے پروائی۔ بالخصوص گاؤں میں جہاں ۸۹½ فیصدی لوگ رہتے ہیں

(الف) صفائی کی کمی

(ب) مری اور وبا وغیرہ۔

(ج) بیماریاں جنکا علاج ممکن ہے۔

(د) بے اعتدالیاں۔ منشیات وغیرہ۔

۱۲ باہمی امداد کی کمی۔

۱۳۔ زراعتی ملک کا انتشار۔ ایک شخص کے کھیتوں کا مختلف جگہ میں واقع ہونا۔

۱۴۔ گھنی آبادی۔ اگرچہ سرکار غیر آباد جگہوں کو آباد کر رہی ہے لیکن پھر بھی بعض جگہوں میں آبادی بہت گھنی ہے اور لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر بہتر جگہوں کو جانا پسند نہیں کرتے

۱۵۔ وسائل آمدورفت۔

(الف) ریلیں۔

(ب) سڑکیں۔

(ج) نہریں اور دریا وغیرہ۔

۱۶۔ قومی روح کی عدم موجودگی۔

۱۷۔ کچے مکانات۔

۱۸۔ کچے کنوئیں۔

۱۹۔ باڑ کی کمی۔ باڑ نہ ہونے کی وجہ سے ہر سال کسانوں کا نقصان ہوتا ہے۔

۲۰۔ آبپاشی میں کمی اور مشکلات

ان جملہ اسباب کے علاوہ بہت سے اور سبب ہیں جو کہ ہندوستان کی اقتصادی ترقی میں سد راہ ہیں۔ لیکن موجودہ مضمون کی طوالت کے ڈر سے ہم ان کا ذکر نہیں کرینگے اور اس لئے آیندہ مضامین میں ان کا ذکر کیا جاویگا۔ نیز ہر ایک سبب پر الگ الگ غور کرینگے +

ای۔ چارلس بھٹی ایم۔ اے

نور افشاں کی توسیع اشاعت میں کوشش کرتے رہئے +

کیا وید ازلی ہیں؟

گذشتہ سے پیوستہ

نیز پنڈت جی کا یہ کہنا بھی پایہ استدلال سے گرا ہوا نظر آتا ہے کہ "چونکہ وید ایشور کے علم سے پر ہیں۔ اس لئے انکی نسبت فانی کہنا واجب نہیں"۔ کیونکہ ویدوں کا ایشور کے علم سے پُر ہونا خود ثبوت طلب ہے اور امر متنازعہ فیہ ہے اور کسی امر متنازعہ فیہ کو دوسرے امر متنازعہ فیہ کے ثبوت کے لئے دلیل گرداننا سفسطہ محض ہے۔ کیا غیر آریہ سماجیوں نے وید کا ایشور کے علم سے پُر ہونا مان لیا ہے کہ یہ بات اُن کے لئے ویدوں کے غیر فانی یا ازلی ہونیکی دلیل ہو سکے؟ کیا جیسے آریہ سماجی بلا دلیل کہتے ہیں کہ وید ایشور کے علم سے پُر ہیں دوسرے مذاہب والے یہ کہنے کا استحقاق نہیں رکھتے جبکہ وہ خود اس بات کو اپنی اپنی کتابوں پر صادق کرتے ہیں۔ کیا اس طریق پر بھی ویدوں کو دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ سے کچھ فوقیت حاصل ہو سکتی ہے؟

(سا بھومکا صفحہ ۲۴۳ پر یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۸ کا حوالہ دیا ہے جس میں مسطور ہے کہ وہ خود اپنی قدرت سے قائم یعنی قائم بالذات ہے" یعنی ایشور پرماتما۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ "پرماتما ہر کلپ کے شروع میں ہمیشہ اپنی قدیم اور ابدی مخلوقات کے لئے ویدوں کے صحیح اور صاف الہام کے ذریعہ سے علم کو ظاہر کرتا ہے"۔ یہاں ایشور کے لئے لفظ "قائم" آیا ہے اور اُس کی مزید تشریح لفظ "قائم بالذات" سے کی ہے۔ اور مخلوقات کے لئے الفاظ "قدیم اور ابدی" استعمال کئے گئے ہیں۔ جنکی بھی تشریح لفظ "قائم بالذات" سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ جو قدیم ہے وہ ازلی ہے اور جو ابدی ہے وہ ازلی بھی ہے اور جو ازلی اور ابدی ہے وہ قائم بالذات ہے اور جو "قائم بالذات" ہے وہ محتاج بالغیر نہیں۔ اسی طرح ویدوں کی نسبت بھی آیا ہے کہ وہ قدیم اور ازلی اور ابدی ہیں۔ لہذا وہ بھی قائم بالذات ہیں اور محتاج

بالغیر نہیں۔ کیونکہ جو چیز خود بخود ہے وہ اپنے وجود کے لئے کسی اور چیز کی محتاج نہیں ہوتی وہ اپنی فطرت میں کامل و قائم بالذات بھی ہوتی ہے" (کلیات منشی لیکھرام جی مطبع مفید عام ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸ کالم ۱) پس اظہر من الشمس ہے کہ اگر روح مادہ ازلی ہیں تو بالضرور وہ اپنے وجود کے لئے کسی اور چیز کے محتاج نہیں۔ وہ اپنی فطرت میں کامل اور قائم بالذات ہیں۔" وہ اپنے وجود کے لئے خدا کے محتاج نہیں وہ قائم بالذات ہیں قائم بالغیر نہیں۔ خدا سے اُن کا کچھ تعلق نہیں وہ خدا کی طرح کامل اور بالذات قائم ہیں۔ وہ مستغنی عن الرب ہیں اور اگر یہ مانا نہ جائے تو وہ خدا کے مخلوق ہونے کی وجہ سے حادث ہوئے۔

(۴) بھومکا کے ۵۴ صفحہ پر "ویدوں کے غیر فانی ہونے کا ثبوت دلائل سے" دیا ہے۔ اس میں لفظ وید یا ویدوں بمعنی علم آیا ہے جو تمیز دینی و دنیوی علوم کے ہر شخص کو دیا گیا ہے۔ یعنی عقل و دانائی اور اخلاقی احساس جو ہر زمان و مکان اور اقسام کے لوگوں کو خدا نے شروع ہی سے دیا ہے جن کے ذریعہ سے دنیا کے کاروبار چلتے ہیں نہ کہ چار وید جو رشیوں نے لکھے ہیں اور جو سنسکرت زبان میں ہیں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ "اگر وہ الہام نہ کرتا تو کسی انسان میں بھی علم کا نشان نہ پایا جاتا"۔ ظاہر ہے کہ یہاں سنسکرت جاننے والوں کی تخصیص نہیں بلکہ انسان کی عمومیت ہے اور چونکہ "سنسکرت کسی ملک کی زبان نہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۰) تو ہمارے استدلال کی اور زیادہ تصدیق ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا مقام میں لفظ وید یا ویدوں سے سنسکرت زبان کے مشہور منتروں کے مجموعے مقصود نہیں بلکہ وہ علم مراد ہے جو ہر انسان کے پاس ہے۔

[illegible]

ضرورت

جگادھری مشن گرلس سکول میں ایک ہندی ٹیچر یا استاد کی ضرورت ہے۔ ذیل کے پتہ پر خط و کتابت کی جائے

مس بی جی ہارڈی صاحبہ
پرنسپل مشن سکول جگادھری ضلع انبالہ

رومن اردو کی کتابیں
(بائبل سوسائٹی ... نئی چھپی ہوئی ہیں)

القاب مسیحی۔ ایک مسیحی کے وہ تمام نام جو کلام اللہ میں اُسکی نسبت آئے ہیں۔ بمعہ مفصل تشریح و تفریح صفحہ ۲۲۴ سخت اور کپڑا ۔ ۲/-

آپ کس درجہ میں سفر کر رہے ہیں۔ یہ ایک انگریزی ٹریکٹ کا ترجمہ ہے۔ صفحہ ۳۵ - ۶ پائی۔

بائبل کی آیتیں ڈھونڈنے کی جنتری سال بھر کے لئے روزانہ تلاوت کی آیتیں لکھ کر آگے جگہ خالی رکھی گئی ہے۔ تاکہ آپ خود حوالہ درج کریں صفحہ ۲۵ - ۳ پائی

بائبل کی نقلیں۔ بائبل کی بولیں معہ تصاویر حصہ اول پرانا عہدنامہ صفحہ ۲۴۵ - ۶/-

بائبل کی نقلیں۔ بائبل کی بولیں معہ تصاویر حصہ دوم۔ نیا عہدنامہ صفحہ ۱۸۱ - ۶/-

بائبل کی راہ نجات۔ سوال و جواب کے طور پر صفحہ ۲۰ - ۳ پائی

بیداری کی گیتیں "ریوائول ہمز" اردو اور ہندی ۵۰ گیت صفحہ ۴۰ - ۱/-

چند نصیحتیں بچوں کے لئے پادری ٹاڈ صاحب کے چند درسوں کا ترجمہ صفحہ ۴۱ - ۹ پائی

چوپائی زبور یعنی تیئسویں زبور کی مفصل اور مفید تشریح و توضیح صفحہ ۴۷ - ۲/-

چھوٹی گیت کی کتاب۔ سنڈے سکولوں مشنری میٹنگوں اور عام عبادت کے لئے گیت بھجن و غزلیں صفحہ ۲۰ - ۳/-

چیدہ آیتوں کا مجموعہ۔ منادی کرنے والوں کی امداد کے لئے معہ حوالجات صفحہ ۹۲ - ۳/-

ڈاکٹر جڈسن صاحب کی سرگذشت۔ مؤلفہ پادری جے۔ بے آکس صاحب صفحہ ۱۵۵ - ۱/- مجلد ۲/-

سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقعہ ہے۔ اس کے متعلق ہوا دار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر اور جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔

سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہو۔ لہٰذا اطلاع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول۔ بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۲ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری تک فی طالبعلم پانچ روپیہ اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ۔

کلاس فیس سرکاری کا تہائی ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز۔ کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جز کشائی ۱عہ سے ۱للہ تک۔ بُرو کرول عہ سے صعہ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا۔